

THE MAN WHO SAW ME



Ferdinando Frega

GILLETTE: وہ آدمی جس نے مجھے دیکھا

مجھے کبھی یہ خوش نصیبی نہیں ملی کہ میرا کوئی استاد ہوتا۔

زندگی کے پہلے ستائیس برس میرا واسطہ تقریباً صرف عورتوں سے پڑا۔ ہر مزاج کی عورتیں، ہر طرح کی حساسیت والی، ہر فکری اور انسانی قد کی۔ شاید زندگی مجھے بس ایک بنیادی سچ یاد دلانا چاہتی تھی: میں بھی ایک عورت کا بیٹا تھا۔ اور کیسا بیٹا۔

پھر 1992 آیا۔

ایک سیاسی مہم نے بہت سی چیزوں کا رخ بدل دیا۔ یہ مہم کوزینزا کے ایک کاروباری آدمی کے گرد کھڑی کی گئی تھی جو تعلیم کے شعبے سے تھا اور جو آگے چل کر، ہر توقع کے برخلاف، اطالوی پارلیمنٹ کا رکن بنا۔ خود سیاست کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان لوگوں کی وجہ سے جن سے ملنے کا مجھے موقع ملا۔ امکانات کا دروازہ انہی نے کھولا۔

میں وابستگی پر کھڑی ایک دنیا میں نو آموز تھا۔ کوئی سمجھ نہیں پاتا تھا کہ میں کہاں سے آیا ہوں۔

سوال ہمیشہ ایک ہی ہوتا تھا۔

“اسے اب تک کسی نے حلقے میں داخل کیوں نہیں کیا؟ کسی نے اسے اپنے پروں تلے کیوں نہیں لیا؟”

وہ مجھے ایک اُن گھڑ پتھر سمجھتے تھے جس پر ابھی کسی نے کام نہیں کیا تھا۔

مختلف سمتوں سے دعوتیں آئیں، قربت کی کوششیں، پیشکشیں۔ اکثر وہ ایسے ماحول سے آتی تھیں جن کا ثقافت، تاریخ یا حقیقی باطنی نشوونما سے کم ہی تعلق تھا۔ وہ ایسی دنیاہیں تھیں جو تابعداری، غلبے اور طاقت کے سیدھے سادے استعمال پر قائم تھیں۔

میں انہیں احترام سے دیکھتا رہا، مگر دور سے۔

کچھ کمرے ایسے تھے جن میں داخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔

اور میں ان میں داخل نہیں ہوا۔

پھر ایک دن مجھے ایک فون آیا۔

یہ جینو دومانی کو تھے، زندگی کے سچے استاد۔

یونیورسٹی کے پروفیسر، جنہوں نے خود کو تدریس کے لیے وقف کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کی گفتگو میں وہ نایاب نفاست تھی جو نہ سکھائی جا سکتی ہے نہ نقل کی جا سکتی ہے۔ بات چیت کے چند ہی لمحوں بعد میں ایک ایسی بات سمجھ گیا جو اُس وقت مجھے بے تکی لگی تھی اور جس پر میں آج بھی یقین رکھتا ہوں:

میں ابھی ابھی اس آدمی سے ملا تھا جسے میں اپنی نشوونما کا ایک اہم حصہ سونپنے والا تھا۔ انہوں نے مجھے رات کے کھانے پر بلایا۔

یہ کبھی رجھانے کی کوشش نہیں تھی، نہ کوئی باقاعدہ سبق۔ جینو کو ایک خاص ملکہ حاصل تھا: وہ روحیں اور ذہن پڑھ لیتے تھے۔ میری روح اور میرا ذہن غالباً ان کے لیے کھلی کتاب تھے۔

انہوں نے کبھی نہیں بتایا کہ ان کا کردار کیا ہے، نہ یہ کہ وہ کس روایت سے آئے ہیں۔ بس میرے پاس ایک جملہ چھوڑ گئے جو میں کبھی نہیں بھولا:

”ایک دن، جب تم مجھے سچ مچ دیکھو گے، پردوں کے ساتھ یا پردوں کے بغیر، تو جان لو گے کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں۔“

نو آموز ہوتے ہوئے بھی میں ان لفظوں کا مطلب سمجھ گیا۔

میں ایک آدمی تھا جو ایک معبد کے دروازے پر دستک دے رہا تھا اور روشنی مانگ رہا تھا۔ مادی روشنی نہیں، کیونکہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی بجلی کمپنی میں کام نہیں کرتا تھا، بلکہ وہ روشنی جو آدمی کو اپنا آپ زیادہ صاف دکھاتی ہے۔

خیر مقدم کا پہلا اشارہ جینو نے کیا۔

پھر تو نینو آئے۔

ادارے کی سب سے معزز شخصیات میں سے ایک۔ انہوں نے مجھے تھوڑی ہی دیر دیکھا اور پھر وہی سوال پوچھا جو میں پہلے کئی بار سن چکا تھا۔

”اسے پہلے کسی نے کیوں نہیں دیکھا؟ اتنے برس یہ کہاں رہا؟“

جواب سادہ تھا۔

”یہ کوزینزا میں کام کرتا ہے۔ ریجیو کلابریا میں پیدا ہوا۔ آدھی دنیا کو جانتا ہے۔ لوگ اسے چاہتے ہیں۔ اور یہ ہم میں سے ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کیتھولک پیتسمے کے بعد اسے کسی اور حلقے میں کبھی داخل نہیں کیا گیا۔“

یہ جواب کافی تھا۔

مجھے اجازت ملی کہ مناسب طریقے سے اور مناسب وقت پر اس راہ کا آغاز کروں جو بیوہ کے بیٹوں کے لیے مخصوص ہے۔

اس لمحے کے بعد جینو نے کبھی میرا ہاتھ نہیں تھاما۔

انہیں اس کی ضرورت نہیں تھی۔

ان کی ایک نظر اور چند لفظ کافی تھے۔ ان کے ساتھ ایک خاموشی میں پانچ سو صفحوں کی کتاب سے زیادہ تعلیم سما سکتی تھی۔

پھر وہ دن آ گیا۔

میں نے انہیں وہاں بچوں کے درمیان پایا۔

خاموش۔ تقریباً سخت گیر۔

وہ جگہ ایک خاص وضع کا تقاضا کرتی تھی، پہلے باطنی، پھر ظاہری۔

حجرۂ تفکر کے بیرونی حصے، گم شدہ قدموں کے ہال میں، ایک مختصر وقفے کے دوران ہم نے خود کو پہلو بہ پہلو کھڑا پایا۔ وہ زیادہ کچھ کہے بغیر میرے قریب آئے۔ پھر بھی اس لمحے ہم دونوں نے ایک ہی جذبہ محسوس کیا۔

ایک جذبہ جو کبھی مدہم نہیں پڑا۔

تینتیس برس بعد بھی وہ یہیں ہے۔

شاید اس لیے کہ کچھ ملاقاتیں ماضی کی نہیں ہوتیں۔

ہم جب بھی انہیں یاد کرتے ہیں، وہ ہمیں حلقے میں داخل کرتی رہتی ہیں۔

TFA

فرڈیننڈو فریگا

پس تحریر

یہ کہانی لکھنے کے بعد مجھے یوں لگا جیسے پچی کاری کا ایک اصلی ٹکڑا غائب ہے۔ رات کو چند گھنٹے کا غور و فکر یہ سمجھنے کے لیے کافی رہا کہ وہ کیا تھا۔

اُن گرمیوں میں جینو سمندر کنارے اپنے بنگلے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے کئی بار مجھے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی اور ایک شام آخر کار مجھے ان کے دروازے پر دستک دینے کا موقع مل گیا۔

انہوں نے ایسی شفقت سے میرا استقبال کیا جو میں کبھی نہیں بھولا، اور اسی موقع پر میری ملاقات تیریزا سے ہوئی، ان کی زندگی کی عورت سے۔

وہ جوان تھیں، نفیس، اور فطری طور پر خوش اخلاق۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھیں جو دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چند منٹ ہی یہ محسوس کرنے کے لیے کافی تھے کہ ان میں ایک جیتی جاگتی ذہانت ہے اور اس کے ساتھ سامنے کھڑے شخص کو سمجھ لینے کی نایاب صلاحیت۔

وہ بینکاری میں کام کرتی تھیں اور ایک ذمہ دار عہدے پر تھیں۔ بعد کے برسوں میں میں نے ان دوستوں اور ساتھیوں سے، جو انہیں اچھی طرح جانتے تھے، حیرت انگیز حد تک ملتی جلتی باتیں سنیں: تیرزا میں ایک کمیاب وجدان تھا اور لوگوں کے قابل اعتبار ہونے کو تقریباً فوراً پرکھ لینے کی غیر معمولی صلاحیت۔

ہمارے درمیان ایک فطری ہم آہنگی پیدا ہو گئی۔

یہ سمجھنا آسان تھا کہ ہم دونوں ایک ہی شخص کو دل سے چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے الگ الگ طرح سے، مگر تہہ میں وہی ایک محبت تھی۔

مجھے دل کی ایک بہن مل گئی تھی جس کا خیال رکھنا تھا۔ انہوں نے ایسی باتیں کبھی لفظوں میں نہیں کہیں، پھر بھی مجھے اکثر لگتا تھا کہ انہوں نے بھی کچھ ایسا ہی پہچان لیا تھا۔

مگر اس ملاقات کا ایک اس سے بھی اہم اثر ہوا۔

اس نے ایک ایسے یقین کی تصدیق کر دی جسے وقت نے کبھی نہیں جھٹلایا: اچھا استاد تقریباً ہمیشہ اس عورت کی آنکھوں سے پہچانا جاتا ہے جو اس کے ساتھ چلتی ہے۔ وہ ماں کی جگہ نہیں لیتی، نہ اسے ماں سمجھ لیا جاتا ہے۔ وہ آدمی کی انسانی تصویر مکمل کرتی ہے۔

اور میرے استاد انہی آدمیوں میں سے تھے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ،

فرڈیننڈو فریگا